چاند اور گرہن

از

رفعت سراج

اس نے کھڑکی سے پردہ ہٹایا۔سامنے ہال نما کمرے میں غالباً پارٹی کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ چم چم کرتے فرش پر پالش ہورہی تھی اور دوسرے ملازم فرش پر چھاجوں چھاج پاوڈر لنڈھا رہے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ آج پارٹی اعلی پیمانے پر ہورہی ہے اور ڈانس کا بھی پروگرام ہے، جب ہی فرش کے نصیب میں یہ دل داریاں لکھی گئی تھیں۔اس نے کراہیت سے آنکھیں میچ لیں، میرے مالک میں کب تک اس قید و بند کی صعوبتوں کو اٹھاؤں۔۔۔؟

یہ پارٹیاں جو کبھی کاک ٹیل کبھی برج پارٹی، کبھی ایٹ ہوم پارٹی کے نام سے موسوم ہوتی ہیں اور کبھی کلب پکنک منائی جاتی ہے میں تو ان چیزوں سے شدید نفرت کرتی ہوں۔۔۔تو نے مجھے کس غلط جگہ پیدا کردیا۔۔۔؟نماز پڑھنے بیٹھتی ہوں تو انگریزی بیہودہ گانے میرے کمرے کی دیواروں کو زخمی کرنے لگتے ہیں۔۔۔اپنی ذات پر سوچنے بیٹھوں تو یہ مخلوط، بے ہنگم قہقہے میری روح کو ادھیڑ ڈالتے ہیں۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو برس گئے۔

میری۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔میری۔ مسز ترمذی کمرے میں ماما کے ساتھ داخل ہوئیں تو اس نے تیزی سے بہتے آنسو پونچھ ڈالے۔

آداب آنٹی

ہا۔۔سوئیٹی مسز ترمذی بولیں۔تمہاری ماما نے شکایت کی کہ تم پکنک۔۔۔پارٹیز سے بالکل انجوائے نہیں کرتیں۔۔۔میں تمہیں سزا دینے آئی ہوں۔۔۔سزا یہ ہے، اسی وقت باہر چلو میرے ساتھ۔۔۔تمہاری ماما کہہ رہی تھیں کہ تم ان کی بات بالکل نہیں مانتیں۔۔۔ناٹی گرل

سوری آنٹی مجھے کچھ نوٹس تیار کرنے ہیں۔

اوہ۔سلی گرل۔۔۔بعد میں ہوجائیں گے تیار۔۔۔ہم تم سے ویسے ہی امپریس ہے۔ بولتا تھا۔ مم۔۔۔میری (مریم) تو بائی فیس بالکل گریٹ تھنکر لگتی ہے۔کیا کروگی اتنا پڑھ کر۔ہمیں نہیں ضرورت۔ مسز ترمذی نے اس کا رخسار چوم لیا اور گھسیٹ کر باہر لے گئیں۔

اور لان میں وہ ہلڑ بازی تھی کہ اسے غش آنے لگے

آغا یہ میری بیٹی ہے۔مریم۔۔۔مریم وقار۔۔۔ماما ایک اجنبی سے اس کا تعارف کرا رہی تھیں۔ گرے سوٹ میں ملبوس آغا عباس غوری نے اس کے سراپا کو دلچسپی سے دیکھا۔

ہیلو۔۔۔مس مریم وقار اتنے سارے لوگوں میں وہ واحد شخص تھا جس نے اس کا نام درست اور سلیقے سے لیا تھا۔

مگر اس کی آنکھوں کی آوارہ سی لپک نے اسے اس سے بھی کبیدہ خاطر کردیا۔

جی۔۔۔آداب وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ایک لمحے کو رکی پھر لابی کی طرف بڑھ گئی۔

سو چارمنگ۔آغا نے تعریف کی۔

تھینک یو آغا ماما نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔

☆

وہ رازیہ کے ساتھ بک اسٹال سے کتابیں لے رہی تھی کہ آغا عباس اپنی سیاہ مزدا سے اترتا نظر آیا۔

ارے، یہ تو شہزادہ معلوم دیتا ہے کہیں کا۔ رازیہ نے پرس بند کرتے ہو فقرہ کسا۔

تب اس نے ماتھے پر ہزاروں بل ڈال کر رازیہ کو گھورا۔ وہ اسے گاڑی سے اترتا دیکھ چکی تھی۔

ہیلو مس مریم وہ ان کے سر پر پہنچ گیا۔

آداب۔ وہ تیزی سے دکان سے باہر آ گئی۔

ہوں۔۔۔ مجھے تو ایسے گھور رہی تھی، شہزادہ کہنے پر کہ ٹانگیں ابھی تک کانپ رہی ہیں۔ تجھے تو مزے سے ہیلو کہا اس نے اور خود نے جواب بھی دیا۔۔۔ کیوں جی۔۔؟

بھئی، بیکار باتیں نہ کرو۔ پاپا کے جاننے والے ہیں، میرے کچھ نہیں لگتے۔ تمہیں تو ہر کوئی شہزادہ یا ہر کولیس نظر آتا ہے۔ تھوڑا معیار کم کرو۔ ایسا نہ ہو کہ خواب ٹوٹ جائیں۔۔۔ اور تمہاری دلی آرزو پوری ہو جا۔ رازیہ نے جل کر بات کاٹی۔

بھئی، مجھے یہ بیکار کی باتیں کرنے کا شوق نہیں۔ اس نے ذرا نرم لہجے میں کہا۔

صرف اس لیے کہ یہ بیکار باتیں خود چل کر تمہارے گھر جاتی ہیں۔ وہ بگڑی گئی۔

پاگل، ہر ایرے غیرے پر نظر نہیں رکھتے۔ ملے گا تو وہی جو مقدر میں ہے۔ وہ کتابیں پچھلی سیٹ پر پھینک کر بولی۔

اوکے۔ رازیہ ہنس پڑی۔

ایک تو میں تم سے عاجز آ گئی ہوں۔۔۔ آخر اور بھی لڑکیاں ہیں، کس قدر انجوائے کرتی ہیں۔ میری بات تو تم اس طرح ٹالتی ہو جیسے میں تمہاری ملازمہ ہوں ماں نہیں۔ بس اب تمہاری شادی کر دینی ہی چاہیے۔

مگر ماما، میں تو پڑھ رہی ہوں۔

بہت پڑھ لیا۔۔۔ جمشید تمہارے ڈیڈی کو بھی بہت پسند ہے۔ پھر اکلوتا اور دولت مند ہے۔ سب سے بڑھ کر وہ خود بھی چاہتا ہے۔

ماما۔۔۔ پلیز ماما۔۔۔ آپ یہ ظلم مجھ پر نہ کریں۔ خدارا ماما۔۔۔ وہ سسک اٹھی۔

ظلم۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟ وہ گرج اٹھیں۔

ماما۔۔۔ میرا مطلب ہے، میں ایسے لوگوں میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتی۔

کیوں نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے اسٹینڈرڈ کے یہی لوگ ہیں۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ کیا کسی کلرک کے پلے باندھ دیں یا۔۔۔ دیکھو مریم تمہاری عادتیں اب ناقابل برداشت ہیں خود کو چینج کرو۔۔۔ ورنہ۔۔۔

آپ میری ماں ہیں۔۔۔ کیا آپ میری شادی زبردستی کر دیں گی۔ ماما کیا کوئی ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے بچے کو قتل کر سکتی ہے۔۔۔ مجھے جمشید بالکل پسند نہیں۔۔۔ مجھے آپ سے ملنے والے سب امیر زادے ناپسند ہیں۔ اور پھر آپ نے تو میری بات میری پھوپھی سے کی ہوئی ہے۔

نان سنس۔ میں تمہیں اس گریڈ پندرہ کے ملازم سے بیاہ دوں۔ کبھی نہیں۔۔۔ بیٹی ہماری ہے۔۔۔ جہاں جی چاہے گا، دیں گے۔ خبردار، جواب بیڈ کر چھیڑا۔ ماما تیزی سے باہر نکل گئیں۔

وہ سسک پڑی۔۔۔ آج پھوپھی کا آخری سہارا بھی ٹوٹ گیا۔ وہ دس سال پرانا قلبی تعلق بھی جو دو بھائی بہنوں نے اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کر کے قائم کر دیا تھا۔ وہ دیر تک روتی رہی۔

☆

جانے کیا ہوا، شادی کے تذکرے ٹھنڈے پڑ گئے۔ سب سے حیرت ناک بات یہ کہ پارٹیاں بھی کم ہو رہی تھیں۔ اب ماما پندرہ دن میں بیوٹیشن سے ملتی تھیں جبکہ پہلے ہر ہفتے جاتی تھیں۔ وہ حیران ہو رہی تھی کہ کان کے پاس اس زور سے بم پھٹا کہ اس کی دنیا تہس نہس ہو گئی۔ وہ لائبریری سے آ رہی تھی۔ گھر میں گھستے ہی دوسرے کمرے سے اس نے سنا۔۔۔

جب گزشتہ سال کاروبار میں خسارہ ہو گیا تھا تب میں نے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا تھا آفریدی سے۔۔۔ جبکہ میں نے اس کے تیس ہزار پہلے بھی ادا نہیں کیے تھے۔ جب یہ گھر بنوایا تھا جب لیے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بیگم، تین سال میں اس نے خلوص کے دریا بہا دیے۔ پہلی بار اس نے جب مریم کا رشتہ مانگا تھا تو میں نے اسی وقت انکار کر دیا تھا۔ آفریدی مجھ سے دو سال چھوٹا ہو گا۔ میں اپنی بچی پر یہ ظلم نہیں کر سکتا تھا اور اب بیگم، وہ کہتا ہے قرض جلدی ادا کر دو یا مریم کا رشتہ دے دو۔۔۔ بیگم، میں اس قدر پریشان ہو گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے، خود کو شوٹ کر لوں۔

ہمت سے کام لیں، ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ۔ ماں کی آواز مرتعش سی تھی۔

کیسے ہو جائے گا؟ میرے اکاؤنٹ میں صرف تیس ہزار روپے ہوں گے۔ اب جبکہ دوسری دفعہ کا خسارہ۔۔۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ایسا کیجیے، کسی سے قرض لے کر آفریدی کو دفع کیجیے۔

سب سے بات کر چکا ہوں۔۔ کوئی دس ہزار سے زیادہ دینے کو تیار نہیں۔۔ ادھر مریم کی شادی کی فکر ہے۔ آغا عبس نے چند ماہ ہو مریم کا رشتہ مانگا تھا مگر میں نے اسے انکار کر دیا تھا۔ صفیہ کی وجہ سے کہ اسے زبان دے چکا ہوں، اب اس سے قرض کی بات کرتے ہو شرم محسوس ہوتی ہے ورگرنہ اس سے کچھ امید تھی۔۔۔

نہیں نہیں، آپ آغا سے ضرور بات کریں، ورگرنہ دوسری صورت میں۔۔۔ بیگم میری ایک بیٹی ہے۔ وہ بھی اس قدر فرماں بردار۔ میں اسے دکھ پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آفریدی تو کھلا بلیک میل کر رہا ہے۔۔۔ سوچ رہا ہوں، گھر بیچ دوں۔

اوہ گاڈ۔۔۔ ذرا سوچیں تو سہی ہم نے کتنی چاہ سے گھر بنوایا ہے اور پھر ہماری توہین الگ ہو گی۔۔۔ بات کا شہرہ ہو جائے گا۔۔۔ کمال کرتے ہیں آپ۔۔۔؟

توپھر تم ہی بتاؤ کیا کروں۔۔؟وہ بے بسی سے بولے۔

بس آپ کل فون کر کے آغا کو بلائیں۔پھر اس سے بات چیت کے بعد دیکھیں گے۔

وہ اپنے لرزتے وجود کے ساتھ کمرے میں آ گئی۔اب اسے واقعی پاپا پر ترس آ رہا تھا۔ساتھ ہی غصہ بھی کہ پیسہ خرچ کرنے میں ذرا بھی احتیاط نہیں کرتے۔۔۔جو ماما نے کہا،وہ تو ضرور ہونا ہے۔۔۔انہیں شاہ خرچیوں نے یہ دن دکھایا ہے۔۔۔اف پتا نہیں یہ آغا عباس کیا جواب دیں۔

نینداس کی آنکھوں سے بھی اڑ گئی فطرتاً حساس جو تھی۔وہ کچن میں ملازم سے صفائی کروا رہی تھی کہ پاپا کی آواز آئی۔

اوہ۔۔۔نو۔۔۔آغا۔۔۔ہم نے تو اپنی غرض کے لیے یاد کیا ہے۔آئیے ڈرائنگ روم میں آئیے۔بیگم چائے کا کہہ دیجیے۔

ماما کچن کے دروازے پر ہی آرڈر دے کر رخصت ہو گئیں تب وہ ملازم کو ضروری ہدایات دے کر ڈرائنگ روم کے دروازے سے کان لگا کر کھڑی ہو گئی۔

تو یہ بات ہے وقار صاحب آغا کی خوبصورت آواز کمرے میں گونجی۔

دراصل آغا،میں شراکت دار ہوں،ذاتی فرم کا مالک نہیں۔لیکن اس مرتبہ منافع کی امید بہت زیادہ ہے۔۔۔میں کوشش کروں گا کہ جلد ادا کروں۔

وقار صاحب دس لاکھ روپے کی بات ہے،ڈیڑھ دو سو نہیں جبکہ میں بھی کاروباری آدمی ہوں اور دھوپ چھاؤں کے مقابلے پر رہتا ہوں۔

تو اس کا مطلب ہے۔ماما نے مایوسی سے کچھ کہنا چاہا۔

اوہ نو،مسز وقار۔ایک بات ہے اگر آپ اسے میرے ظرف اور کردار کی کسوٹی نہ بنالیں تو عرض کروں۔

ہاں،ہاں کیوں نہیں۔پاپا نے جلدی سے کہا۔

آپ کو یاد ہے وقار صاحب،میں نے دو مرتبہ آپ کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا مگر آپ نے انکار کر دیا تھا۔

میں مجبور تھا آغا عباس ورنہ کبھی انکار نہ کرتا بلکہ مجھے تو خوشی ہوتی۔۔۔مگر۔۔۔پاپا کا لہجہ شرمندہ تھا۔

وقار صاحب آج میں تیسری بار آپ سے آپ کی نیک سیرت بیٹی کا طالب ہوں۔

جی۔۔۔؟پاپا نے حیران ہو کر کہا۔مگر ہم تو بات کر رہے تھے قرضے کی۔

جی،ابھی بھی وہی بات جاری ہے مگر ذرا ٹیڑھی ہو گئی ہے۔آغا کا لہجہ مطمئن تھا۔

میں سمجھا نہیں۔۔۔پاپا واقعی حیران تھے۔

وقار صاحب،اگر آپ اپنی صاحبزادی مریم کا رشتہ دینا قبول کر لیں تو میں آپ کو دس لاکھ روپیہ دے سکتا ہوں۔۔۔اپنی تحریر کے ساتھ کہ جب چاہیں واپس کریں یا۔۔۔خدانہ کرے، مقصد یہ نہیں کہ میں آپ سے قیمتاً کوئی شے طلب کر رہا ہوں بلکہ وقار صاحب،یقین کیجیے۔۔

۔میں مریم سے بہت متاثر ہوں۔۔۔اور۔۔۔یوں سمجھیے کہ جتنے ضرورت مند آپ ہیں اتنا ہی
میں

آگے مریم سے سنا نہ گیا۔۔۔اونہہ بڑے لوگوں کے بڑے داؤ پیچ ہیں۔۔۔میں اپنی جان
دے سکتی ہوں۔۔۔مگر۔۔۔وہ کمرے میں آ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ جسے دیکھو غرض سے
بات کر رہا ہے۔ میرے ہی گھر میں میری قیمت لگ رہی ہے۔ پاپا۔۔۔ماما۔۔۔ایسے بیٹھے
ہیں۔ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ ہوں۔۔۔ان کے عیش و آرام میں فرق نہیں آنا چاہیے۔

تب ہی ماما اندر آ گئیں۔ اسے روتا دیکھ کر سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ سب سن چکی ہے۔

مریم بیٹے تمہارے پاپا نے آغا کا رشتہ قبول کر لیا ہے۔ پرسوں تمہارا نکاح ہے۔۔۔بڑی
خاموشی سے۔

ماما رشتہ قبول کیا ہے یا منہ مانگی قیمت لی ہے۔۔۔؟ میں نہیں کروں گی آغا واغا سے شادی۔ مجھے
آپ کے یہ اسٹینڈرڈ دوست ایک آنکھ نہیں بھاتے جو ہر شے کی تول زر سے کرتے ہیں۔

مریم آغا کوئی معمولی انسان نہیں۔ ہمارے لیے تو کسی فخر سے کم بات نہیں کہ وہ ہمارا داماد بنے وہ
تو تمہارے پاپا نے صفیہ کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ آغا نے تمہارا رشتہ مانگا
ہے میں تو پہلے ہی ہاں کر چکی ہوتی۔ وہ تو تمہارے پاپا کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔۔۔ورنہ۔۔۔

اور اب تو ہماری مجبوری ہے۔۔۔دیکھو مریم۔۔۔تمہارے پاپا بہت پریشان ہیں اگر تم نے انہیں
مزید پریشان کیا تو وہ خودکشی کر لیں گے یا اس بوڑھے آفریدی سے تمہاری شادی کر دیں گے

۔آغا ہر لحاظ سے بہترین انسان ہیں۔

جی ہاں، جس کا عملی مظاہرہ وہ ابھی ابھی کر کے گئے ہیں۔ وہ طنزیہ بولی۔

اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دل سے یہی چاہتا تھا، اب اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔
یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ ورنہ ایک سے ایک لڑکی آغا کو مل سکتی ہے۔ تمہارے پاپا نے کہلوا دیا
ہے، پرسوں شام چھ بجے تمہارا نکاح ہے۔ آغا اور ان کے دو دوست ہوں گے بس۔۔۔وہ
تیزی سے باہر نکل گئیں پھر ایک دم اسی تیزی سے اندر آئیں اور بولیں۔ اگر تم اپنی۔۔۔
سہیلیوں کو بلانا چاہتی ہو تو فون کر دو۔۔۔او کے۔ وہ چلی گئیں۔

تب اس نے رازیہ کو فون کر ڈالا۔۔۔کچھ بھی نہ بتایا۔ صرف یہ کہا کہ آ جاؤ۔۔۔فوراً۔
وہ بیچاری ہانپتی کانپتی پہنچ گئی۔

خیریت بھئی؟

خیریت ہوتی تو تمہیں بلاتی؟ دراصل پرسوں میری شادی ہے۔

شادی۔۔۔راویہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ مگر گھر میں تو کوئی آثار نہیں۔۔۔اچھا خیر کس سے
ہو رہی ہے۔؟

ظاہر ہے، میں لڑکی ہوں کسی مرد سے ہی ہوگی۔ اس نے ترخ کر ہوا نداز میں کہا تو رازیہ کھسیا گئی۔

میرا مطلب ہے، کیا نام ہے دولہا کا؟

ان کا نام تاجر ہے۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

ہائیں۔۔۔تاجر ہے؟ بڑا ہی جداگانہ نام رکھا ہے ان کے والدین نے۔۔۔اگر وہ تجارت کرتے ہیں تو اسم بامسمی ٹھہرے۔رازیہ نے حسب عادت مذاق کیا۔مگر اس کے موڈ کو دیکھ کر سنجیدہ ہوگئی۔لگتا ہے،تم خوش نہیں ہو۔کیا وہ تمہارے کزن ہیں۔۔۔؟

نہیں بھئی،تم نے دیکھا تو تھا انہیں۔جب ہم لوگ کتابیں لینے اردو بازار گئے تھے۔

وہ تمہارا مطلب ہے وہ شہزادہ۔رازیہ نے خوشی کیچیخ کر کہا۔

ہاں۔۔۔وہ تمہارا شہزادہ۔

میرا شہزادہ کیوں۔تمہی کو مبارک ہو۔۔سچ بڑی خوشی ہو رہی ہے۔۔یو آر موسٹ لکی۔

رازیہ۔۔۔

کیا۔۔۔؟

تم نے غلام عباس کا اوورکوٹ پڑھا ہے؟

شاید راویہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

بالکل اسی طرح جس طرح اس نوجوان کے صاف اوورکوٹ اور مفلر کے نیچے سے پھٹی ہوئی گندی قمیص اور مٹی سے اٹا ہوا بدن برآمد ہوا تھا اسی طرح سے بعض اجلے انسان اندر سے غلیظ، گندے اور آلودہ ملتے ہیں۔۔۔رازیہ میری بہن،مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔

پاگل،اتنا اچھا ساتھی مل رہا ہے۔رازیہ نے اسے گلے لگا لیا۔کیا برائی ہے اس پرنس میں؟

تب وہ ہزار چاہنے پر بھی اپنے گھر کا پرابلم نہ بتا سکی کہ اس میں والدین کی ہتک محسوس ہو رہی تھی۔

ان دو دنوں میں تو اس نے آنسوؤں کے دریا بہا دیے۔ماما نے تو اپنی بے نیازانہ طبیعت کے عین مطابق کوئی نوٹس نہ لیا۔مگر وقار صاحب اپنے دل پہ بوجھ لیے ہوتے تھے۔اس کا رونا دھونا انہیں شرمندہ کیے دے رہا تھا۔

جب نکاح کے کاغذات سامنے کر کے کہا گیا۔

لو بیٹی۔۔۔یہاں سائن کر دو۔

تب ایک لمحے کو اس کا وجود طوفان کی زد میں آ گیا۔۔۔(اوہ میرے خدا)

پاگل مت بنو مریم رازیہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔اور اس نیا ایسی کیفیت میں سائن کیے جیسے کسی کا بغیر انجکشن دانت نکال دیا گیا ہو۔

آغا عباس،بہت بہت مبارک ہو۔

وقار صاحب آپ کو بھی۔مختلف آوازیں اس کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔

سب لوگ مریم سمیت ڈرائنگ روم ہی میں تھے۔نکاح کے بعد ڈنر تھا۔کل سات آٹھ آدمیوں کے لیے۔دولہا کا ایک دوست تھا،دوسرا چھوٹا بھائی۔

وہ آغا عباس کے پہلو میں ہی بیٹھی ہوئی تھی اور ان کا چھوٹا بھائی تصاویر اتار رہا تھا۔

اور ڈنر کے بعد وہ خاموشی سے اسے رخصت کرا کر لے گئے۔آغا عباس کی گاڑی میں صرف مریم اور آغا تھے۔وہ بہت خاموشی سے گاڑی چلا رہے تھے۔

آپ یقین کر سکتی ہیں آج میں کس قدر خوش ہوں؟

مجھے کوئی ضرورت بھی نہیں یقین کرنے کی۔ یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس نے دھیمی اور ترش آواز میں کہا۔

وہ شاید اس کی آواز کے زیر و بم کو نہ سمجھ سکے۔ خوش دلی سے ہنسے۔ کیوں بھئی؟ آپ کو سب سے زیادہ ہماری ذاتیات میں دخل اندازی کا حق ہے۔ اور بیوی تو۔۔۔

آغا صاحب مجھے بیوی کہہ کر میری مزید توہین مت کیجیے۔ بیوی اور زر خرید میں بہت فرق ہوتا ہے۔

جی؟ انہوں نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ کیا وقار صاحب نے۔۔۔؟

جی نہیں، وہ شاید ساری زندگی مجھ سے یہ بات کرنے کی ہمت نہ کر پاتے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے آپ کی مہذب گفتگو سنی ہے۔

مریم بلاشبہ یہ سب سچ ہے مگر میں مجبور تھا۔ اگر مجھے اس سے بھی زیادہ غلط قدم اٹھا کر آپ کو حاصل کرنا پڑتا تو شاید میں وہ بھی کرتا۔۔۔ کہ مجھے بیوی چاہیے تھی شوپیس نہیں اور میں نے پہلی بار آپ کو دیکھ کر پرپوز کیا تھا مگر وقار صاحب نے انکار کر دیا تھا۔ جب آپ کو دوبارہ اردو بازار میں دیکھا، تب میں نے وقار صاحب کو فون کیا تھا۔۔۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے کزن سے منسوب ہیں تب مجھے بہت شاک پہنچا تھا۔۔۔ اور اب۔۔

اس بار بازی پوری آپ کے ہاتھ میں تھی۔ مریم نے بات کاٹ دی۔ میں اپنے لب و لہجے پر معافی چاہوں گی۔۔۔ کیونکہ میری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔۔۔ مگر آپ فکر نہ کریں۔ میں ایک کنیز سے بڑھ کر آپ کی خدمت کروں گی۔

مریم۔۔۔ پلیز مریم اس قسم کی باتیں نہ کریں۔۔۔ میرے دل میں آپ کی بہت قدر ہے۔ آغا نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور گاڑی چلا دی۔

آیئے۔ انہوں نے گاڑی روک دی۔ یہ رہا آپ کا گھر۔ وہ دروازہ کھولے کھڑے تھے۔

وہ بھاری غرارہ سوٹ اور زیور سے بیزار باہر نکل آئی۔ ملازمہ نے سواگت کیا۔

دلہن تو بہت خوبصورت ہیں مالک، بہت بہت مبارک ہو۔۔۔ مالک، میں دیر سے رستہ دیکھ رہی تھی۔

انہیں کمرے میں لے جاؤ۔ آغا نے ملازمہ سے کہا۔ میں ذرا ابھی آتا ہوں۔ ایک ضروری فون کرنا ہے۔

☆

مریم

جی۔۔۔ ابھی حاضر ہوئی۔

پھر وہ کچھ دیر بعد سامنے کھڑی تھی۔

آپ تیار ہو جائیں۔۔۔میرے ایک دوست کے ہاں ڈنر ہے۔دیکھیں بہت اچھی طرح۔یہ ڈنر آپ کے اعزاز میں ہے۔

بہت بہتر۔وہ ہولے سے کہہ کر مڑ گئی۔

سنیں۔اگر آپ وہ نیلی ساری پہنیں تو بہت اچھا ہو گا۔

جی بہتر۔۔۔

دیکھیں، پورے سات بجے تک۔۔اوکے

بالکل سب کام آپ کے حکم کے عین مطابق ہوں گے۔اتنا کہہ کر وہ تیزی سے پلٹ گئی۔

کیا سر میں درد ہے؟

جی۔۔۔

یہ ٹیبلٹ کھالیں۔

جی بہتر۔

ذرا میرے کپڑے نکال دیں۔۔۔واپسی پر شام کو آؤٹنگ پر چلیں گے۔۔۔ٹھیک ہے۔

جو آپ مناسب سمجھیں۔

کچھ آپ بھی مناسب سمجھ لیا کریں۔وہ ہلکی سی خفگی سے بولے۔

جی اچھا۔

مریم۔۔۔مریم۔۔۔خدارا۔۔۔یہ کیا کسی فرمانبردار ملازم کی طرح جی اچھا۔۔۔جی بہتر۔۔۔کرتی رہتی ہیں۔۔؟میں آپ کی ان حرکتوں سے عاجز آ گیا ہوں۔

معافی چاہتی ہوں۔۔۔مگر ایاز وارث تخت و تاج ہونے کے باوجود ایک لکڑی کا صندوق روزانہ کھول کر دیکھا کرتا تھا کیونکہ اس میں وہ کپڑے تھے جو وہ غلامی کے دور میں پہنا کرتا تھا۔ اور وہ لباس روزانہ اس لیے دیکھا کرتا تھا کہ اسے اپنی حیثیت یاد رہے کہ وہ پہلے کیا تھا۔۔۔

مریم، مریم۔فار گاڈ سیک۔آغا نے جھنجھلا کر کہا۔

آغا آپ جانتے ں، ایک خود مختار عورت کی کیا شان ہوتی ہے۔جب وہ ایک بیٹی کی حیثیت سے باپ کے گھر میں ہوتی ہے تو اس کا الگ رنگ ہوتا ہے۔جب اس کی ایک ایک ادا میں بے نیازی اور خود اعتمادی ہوتی ہے۔۔۔ذرا سی ناانصافی پر ماں سے لپٹ کر رونے والی۔باپ سے شکوہ کرنے والی۔۔۔اس لیے کہ اسے اپنے انمول ہونے کا احساس ہوتا ہے۔۔۔اور آغا صاحب، جب کسی نازوں پلنے والی کی قیمت لگادی جا تو اس کی جذباتی و روحانی موت واقع ہو جاتی ہے۔۔۔آپ نے مریم کی قیمت لگا کر روحانی مریم کو ختم کر دیا ہے۔ماں باپ نے آپ کے سپرد کر کے گویا فرض پورا کر دیا۔۔۔آغا اگر میں چاند تھی تو آپ نے گہن لگا دیا ہے اور بڑے کہتے ہیں، چاند کو جب گہن لگتا ہے تو وہ سخت عذاب میں ہوتا ہے۔وہ تڑپ کر رو دی۔

آپ ذرا میرے۔عذاب کا اندازہ تو کیجیے۔

آغا اس حساس لڑکی کو دکھی نظروں سے دیکھنے لگے۔

مریم، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس قدر حساس واقع ہوں گی۔ بخدا میرے ذہن میں تو کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ میں نے۔۔۔ آپ کبھی یقین نہیں کریں گی مریم۔ کبھی نہیں۔ آپ کا حصول تو میری زندگی کا نصب العین بن گیا تھا اور میں نے تو اپنی دانست میں موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اور پھر جتنی رقم میں نے وقار صاحب کو دی ہے اتنی رقم تو آپ کے اس گھر کی آرائش اور فرنیچر تبدیل کرنے پر لگ گئی ہے۔ اور میری تو تمام دولت آپ ہیں مریم۔۔۔ خدا کے لیے یہ لغو خیالات اپنے ذہن سے نکال دیں۔

آپ نے پاپا کو رقم میرے نام پر کیوں دی، قرض سمجھ کر کیوں نہیں دی۔ وہ بپھر کر بولی۔

شائد آپ نے پوری گفتگو نہیں سنی مارے غصے کے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اگرچہ میں نے آپ کو پانے کے لیے وقار صاحب کو اپنا ممنون احسان بنانا چاہا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔ وقار صاحب نے میری اس بات کو بلکہ پیشکش کو مسترد کر دیا کہ میں رقم معاف کر دوں۔۔۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس طرح وہ سمجھیں گے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی قیمت لگائی ہے۔ آپ کو پانے کا نادر موقع پا کر شاید میری ذہنی حالت نارمل نہیں رہی تھی۔ تب میں نے کہا تھا۔۔۔ جب ان کا جی چاہے رقم لوٹا سکتے ہیں، خواہ بیس سال کیوں نہ لگ جائیں۔ یہ بات انہوں نے مان لی تھی۔ مریم، میں نے آپ کے والد سے منت کر کے آپ کو مانگا ہے جبکہ آپ کو پانے کے مطالبے پر وہ بھی مجھ سے نالاں ہو گئے تھے شاید آپ کو اپنی اہمیت کا اندازہ نہیں۔ دراصل آپ میں بے یقینی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ وہ کون سا شخص ہے جو آپ جیسی خوبصورت و نیک سیرت تعلیم یافتہ لڑکی کو پانے کی آرزو نہ کرے۔ وہ بھی اس بیلگام سوسائٹی کا۔۔۔ میں نے مانا کہ میں بھی اس سوسائٹی کا فرد ہوں اور اسی کے چلن بھی چلا ہوں۔۔۔ مگر خواہشات پالنے کے بعد خوب تر کی جستجو میرا انسانی حق ہے۔ مریم میں آپ کی اس جی حضوری سے عاجز آ گیا ہوں۔۔۔ اس جی حضوری میں بیوی کی فرمانبرداری نہیں، ایک ملازمہ کا سا انکسار پایا جاتا ہے۔ آپ کو میں نے گواہوں کی موجودگی میں منکوحہ بنایا ہے۔۔۔ جبکہ میری اور آپ کے والد کی گفتگو کا تو کوئی گواہ بھی نہیں نہیں۔ میں اتنا کم ظرف نہیں کہ۔۔۔ آپ چاہیں تو حلف لے سکتی ہیں کہ میں نے کسی کی شریف بیٹی کو سیم و زر کی بدولت نہیں۔۔۔ ہاں البتہ موقع سے فائدہ اٹھانے میں چوک ہو گئی۔۔۔ مجھے آپ کے گھر میں شاید اتنا جذباتی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مگر اس عمل سے میرے جنون کا کتنا واضح اظہار ہوتا، کیا آپ ابھی بھی یقین نہیں کریں گی؟ وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے۔ آ۔۔ آغا۔۔۔ عباس۔۔۔ مجھے یقین نہیں۔۔۔ کہ۔۔۔

مریم، آپ مسلسل میری توہین کر رہی ہیں۔۔۔ آپ اتنے عرصے میرے ساتھ رہی ہیں۔۔ کیا سلوک کیا ہے۔ میں نے آپ کے ساتھ؟ آپ نے میرے بھائی سے جو ترش روئی برتی تو اب وہ ویک اینڈ پر ہوسٹل سے بھی نہیں آتا۔۔۔ میں نے آپ سے کچھ کہا؟ حالانکہ سوا اس کے میرا کوئی بھائی، بہن بھی نہیں۔

آغا آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔ میں کہہ رہی تھی کہ آپ کو پہلے ہی بات صاف کر دینی چاہیے تھی تا کہ غلط فہمی نہ ہوتی اور ہاں۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ آپ آغا رحمٰن کو فون

کر کے بلائیں۔۔۔میں ان سے بھی معذرت کر لوں گی کہ وہ میرے واحد سسرالی ہیں۔

مریم

جی۔۔۔؟

اب تو چاند پر گہن کا عذاب نہیں۔۔۔؟

آغا۔۔۔وہ مسکرا پڑی۔

میں پھر نہایت شرمندگی کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں کہ موقع سے فائدہ اٹھانے میں، میں نے سخت بے احتیاطی کی کیونکہ میں اپ کو اغوا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے یہ سب ہو گیا۔

عشق میں تو ذہنی توازن بگڑتے دیکھے ہیں۔

خاک بسری نصیب بنتے سنی ہے۔

تخت و تاج ٹھکراتے دیکھے ہیں۔

مجھ سے بڑی عجلت و بے قراری میں چوک ہوئی۔

اس غلطی کو غلطی نہ کہیے۔

میرے جذبات ناپنے کا پیمانہ بنا لیجیے۔

جذبات میں آگ لگا دینے والی سرگوشیاں سن کر مریم پر ایک نئی دنیا کا انکشاف ہو رہا تھا۔

اسے کوئی ردعمل بھجائی نہ دیا تو بھاگ کھڑی ہوئی۔

بیوی کے بجائے ایک محبوبہ کا سا طرز عمل آغا عباس کے سر سے منوں بوجھ اتار گیا۔

اختتام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔The End